لطیفہ ۲۱

اختیار، قضا و قدر، خیر و شر اور صوفیہ کے بعض عقائد سے متعلق مسئلے کی تفصیل

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے فرمایا کہ اختیار دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مجازی اور دوسرا حقیقی۔ اختیارِ مجازی کی نسبت مخلوق سے ہے اور اختیارِ حقیقی کی نسبت حق تعالیٰ سے ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ متکلمین نے مسئلہ اختیار کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) وہ صوفیہ کی بہ نسبت اس مسئلے کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکے۔ (علمائے حقّہ نے) اختیار کے مسئلے میں حد سے بڑھ جانے کے لئے منع کیا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے کہ متکلم کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ بہرحال تصوف کے کل عقائد میں سے مسئلہ اختیار کا جاننا ضروری ہے نیز ایک صوفی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقیدہ حافظیہ[۱] سے واقف ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مسئلہ اختیار کی تشریح خاصی طویل ہے تاہم ایک تیز طبیعت شخص مندرجہ ذیل حکایت سے (اس مسئلے کی حقیقت) معلوم کرسکتا ہے۔

> ”بیان کرتے ہیں کہ کسی نے کاغذ سے پوچھا کہ تیرا چہرہ تو سفید تھا سیاہ کیسے ہوگیا۔ کاغذ نے جواب دیا کہ یہ بات روشنائی سے معلوم کرو کہ اس نے کس بِنا پر میرے چہرے کو سیاہ کیا۔ روشنائی بولی کہ میں تو دوات کے اندر تھی اور قطعی طور پر میرا باہر آنے کا خیال نہ تھا کیونکہ میں (دوات کے) تیرہ و

---

[۱] ۔عقیدہ حافظیہ: اس تصنیف کا موضوع اور دیگر تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں، خیر المجالس (ملفوظات حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرّہ) مجلس ۶۷ میں رویتِ باری تعالیٰ کے مسئلے پر حضرت قدس سرّہ نے جو گفتگو فرمائی ہے، اس میں مولانا حافظ الدین اور اس تصنیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کا نام ”شرح عقیدہ مولانا حافظ الدین" بیان فرمایا ہے۔ یہ غالباً ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ہیں جن کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی۔ مولانا حافظ الدین کی تصانیف حنفی اصولِ فقہ سے متعلق ہیں شاید اس تصنیف کا موضوع بھی فقہی مسائل ہو، جس میں سراجی کے مانند رویتِ باری تعالیٰ پر بحث کی گئی ہو۔ ملاحظہ فرمائیں فہرست عربی مخطوطات جلد سوم رضا لائبریری رامپور (بھارت) ص۸ نیز خیر المجالس (فارسی) مرتبہ حمید شاعر قلندر علی گڑھ ۱۹۵۹ء ص ۲۳۹۔

تاریک گوشے سے مانوس ہوگئی تھی ۔قلم سے دریافت کیا جائے کہ اس نے فضول کی ہوس کی اور ظلم اختیار کرتے ہوئے مجھے گھر سے باہر نکالا قلم نے کہا یہ بات ہاتھ سے پوچھو جس نے مجھ پر جبر کیا اور مجھے جنگل سے باہر لا کر جڑ بنیاد سے اکھاڑا۔ پھر میرا سر چاقو سے پارہ پارہ کیا اور گردن اڑا دی میرے سینے میں شگاف ڈالا اور (دوات کی) تاریکی میں ڈال دیا۔ اس قدر زخم مجھے دیئے اور اب میرے زخموں پر نمک چھڑکتا ہے سائل نے ہاتھ سے پوچھا کہ تو نے قلم پر کیوں ظلم کیا۔ ہاتھ نے جواب دیا کہ مجھ میں کھال اور ہڈی کے سوا کچھ نہیں ہے میری حیثیت یہی ہے کہ کھال اور ہڈی سے ترتیب دیا گیا ہوں ۔کھال اور ہڈی کسی پر ظلم کرنے کے قابل نہیں ہوتے (کیونکہ) وہ خود سے حرکت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ۔ مجھے دستِ قدرت نے حیران کیا جب دستِ قدرت سے دریافت کیا گیا تو دستِ قدرت نے کہا ،تم لوگ اکثر (ایک دوسرے کو) ملامت کرنے کے عادی ہو۔ (اصل) محرک سے دریافت کرو، اور وہ ارادہ ہے۔ جب ارادے سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ حضرت دل نے میرے پاس قاصدِ علم بھیجا اس نے عقل کی زبان میں مجھے حکم دیا کہ قدرت کو ہلاؤ جلاؤ اور متحرک کرو میں بہ حالتِ اضطراب قدرت کو حرکت میں لایا کیونکہ میں سدا کا حیرت زدہ ہوں اور مجھ پر علم و عقل ہمیشہ غالب رہتے ہیں ۔ میں کسی پر حکم نہیں چلاتا جب مجھے دل کی جانب سے حکم ملتا ہے تو میں اسے بجالاتا ہوں آپ مجھ پر غصہ نہ ہوں بالآخر علم ،عقل اور دل سے حقیقت دریافت کی گئی عقل نے کہا کہ میں ایک چراغ ہوں ۔ چراغ خود بخود روشن نہیں ہوتا جس نے مجھے روشن کیا ہے اس سے معلوم کرو۔ دل نے کہا میں محض صورت ہوں اور خود سے خارج میں نہیں آیا مجھے اس طرح کا بنایا گیا ہے کہ اپنے آپ میں رہوں ۔ جلائے ہوئے اور بنائے ہوئے کا حال جلانے والے اور بنانے والے سے پوچھنا چاہئے علم نے کہا کہ میں لوحِ دل پر تحریر کردہ ایسا نقش ہوں (جس سے) بہت سے نقوش پیدا ہوتے ہیں ۔حقیقت قلم سے معلوم کرو کیونکہ میں اپنے باطن میں ایک تحریر دیکھتا ہوں ۔ ظاہر ہے کہ یہ قلم کا کام ہے کیونکہ بغیر قلم کے کوئی تحریر وجود میں نہیں آتی سائل نے کہا کہ میں سوائے اس کے کچھ نہیں جانتا کہ قلم محض نرکل ہے ،لوح صرف لکڑی ہے تحریر سیاہی ہے اور چراغ صرف آگ ہے (مجھے میرے سوال کا جواب دو) تب علم نے کہا اے شخص جان لے کہ یہ تمام گفتگو قیل وقال سے زیادہ نہیں حقیقت وہی جانتا ہے جو صاحبِ حال ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللهِ[۱] (آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے)۔ رباعی :

---

[۱] ۔ پارہ ۵۔ النساء: ۷۸۔

تو آلہِ فعلی و جز آں ہیچ نہٖ
وز فاعلِ فعل جز نشان ہیچ نہٖ
تو عالمی و مراد از علم نہٖ
چوں درنگری ازا ں میاں ہیچ نہٖ

ترجمہ: (اے مخاطب) تو فعل کے اوزار کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ تیرا وجود فاعلِ فعل کی جانب ایک مبہم اشارہ ہے۔ تو عالم ہے لیکن مرادِ علم نہیں ہے (بلکہ) حقیقت پر غور کرلے تو معلوم ہوگا کہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صوفیا کے بعض عقائد ''مطلع الایمان'' سے جو حضرت شیخ صدرالدین قونوی[۱] کی تصنیف کہی جاتی ہے نقل کیے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے (کائنات کی) ابتدا اور آخرت کی تصدیق کی ہے اور اجماعاً ہر شے کے وجود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج یقین کرتے ہیں نیز جسموں کے فنا ہونے کے بعد انسان (کی زندگی) کا تصور رکھتے ہیں، وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے فانوس رسالت مآب ﷺ سے روشنی حاصل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو دل سے قبول کیا ہے دوسرے وہ کہ جنھوں نے اپنی فکری صلاحیت سے ان مسائل کو سمجھا ہے اور عقلی قیاسات سے اس راہ کو طے کیا ہے۔ پہلا گروہ اربابِ ملل اور دوسرا اصحاب نحل کا ہے، لیکن اصحاب نحل نے اس باب میں جس قدر عقلی دلائل قائم کیے ہیں، اسی اعتبار سے مسئلے کی تحقیق میں ناکام رہے ہیں۔ وَ مَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا ط اِنَّ الظَّنَّ لاَ یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ط[۲] (اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امرِ حق (کے اثبات میں) ذرا بھی مفید نہیں)۔ شعر

لقد طفت فی تلک المعاهد کلها
وسیرت طرفے بین تلک المعالم
فلم اره واضعاً کن جابراً علیٰ ذقن
او قار عابس مطیة الرجل زعمه

ترجمہ: البتہ تحقیق میں ان تمام معاہدوں میں قریب ہوا اور ان نشانیوں کے درمیان چلا گیا۔ پس میں نے اس شخص کو یہ وضع کرتا ہوا نہیں پایا کہ تو اپنے معاملات میں سخت ہو جا۔ اس شخص کی سواری نے بوجھ سے منہ پھیر لیا۔

---

[۱] ۔ صدرالدین محمد بن اسحاق قونوی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرّہ کے سوتیلے بیٹے اور ان کے نظریہ وحدت الوجود کے عظیم شارح تھے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کے قریبی مراسم تھے۔ آپ کی تصنیفات میں ''تاویل سورۃ فاتحہ''، ''مفتاح الغیب''، ''نصوص''، ''فکوک''، ''شرح الحدیث''، ''تبصرۃ المبتدی'' اور ''المخاوضات'' مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۷۳ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ''محی الدین ابن عربیؒ۔ حیات و آثار'' مصنفہ ڈاکٹر محسن جہانگیری'' اردو ترجمہ از احمد جاوید و سہیل عمر۔ لاہور طبع اول ۱۹۸۹ء ص ۵۸۷۔۵۸۸۔

[۲] ۔ پارہ ۱۱، یونس۔ ۳۶

ایک مستعد صاحب عزم طالب کے لئے یہ عظیم غیبی امر ہوتا ہے کہ وہ ابتداء ہی میں اپنی صلاحیتوں کو برباد کردے اور متابعت کی راہ سے سرکشی اختیار کرے۔ نظم:

خواہی طیراں بطور سینا
پیوست مکن بپور سینا

(اگر تو کوہِ سینا پر پرواز کرنے کا خواہش مند ہے تو اپنے آپ کو ابن سینا[1] سے منسلک نہ کر)۔

دل در سخن محمدی بند
اے پور علی زبوعلی چند

(اپنے دل کو محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سے پیوستہ کر۔ اے علی کے بیٹے کب تک بوعلی (ابن سینا) کے (بے اصل) خیالات میں محو رہے گا)۔

چوں دیدہ راہ بین نداری
قائد قرشی بہ از بخاری

(جب تو راستہ دیکھنے والی آنکھوں سے محروم ہے (تو تیرے لیے) قرشی رہنما[2] بخاری سے بہتر ہے)۔

بہر حال ارباب ملل انبیاء علیہ السلام کے قدم بہ قدم چلتے ہیں اور رسولوں کی شریعتوں کے توسط سے غیب کا اقرار کرتے ہیں نیز انھوں نے اپنی عقل کو (ان احکامات کی) رسّی سے باندھ دیا ہے جن کے کرنے کا حکم ہے یا جن سے منع کیا گیا ہے۔ اب ان شریعتوں میں (ہمارے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی جو تمام شریعتوں کی ناسخ ہے، روئے زمین پر لاثانی ہے۔

اس امّت کے محقق تین قسم کے ہیں (جن کی تفصیل یہ ہے)

صنفِ اول: ۔ یہ غیب پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ ہر اس امر کی تصدیق کرتے ہیں جو نبیوں اور رسولوں پر حضرت ربوبیت کی جانب سے بتوسط روح القدس مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اور کہتے ہیں اٰمَنَّا بِا للّٰہِ وَ بِمَا جَآءَ مِن ْعِندِ اللّٰہِ عَلیٰ مُرَادِ رَسُولِ اللّٰہِ (ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اللہ

---

[1] ۔ ابن سینا۔ ابوعلی الحسین ابن عبداللہ، حکمائے اسلام میں ''ابن سینا'' کے نام سے معروف ہیں۔ ابن سینا، جامع العلوم، فلسفی، ریاضی داں، ماہر طبیب اور فلکی تھے۔ صفر ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان ۴۲۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں الشفا، النجات، الارشادات، الھدایہ اور القانون بے حد مشہور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد اول صص ۔ ۵۶۰ ۔ ۵۶۲

[2] یہ اشعار خاقانی کی مثنوی ''تحفتہ العراقین'' میں ہیں۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے میں تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ''قابل قرشی بہ از بخاری'' نقل ہوا ہے جب کہ صحیح مصرع ''قائد قرشی بہ از بخاری'' ہے۔ اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے اور متن کی تصحیح کی گئی ہے۔

کے رسول کی مراد کے مطابق)۔ اس باب میں یہ اہلِ ایمان کسی قسم کی بحث اور مناظرے کو روا نہیں رکھتے نیز انھوں نے عقل کو اس کے لغو اور پست رویوں کے باعث برطرف کر کے سلامتی کی راہ اختیار کی ہے۔ وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ۔ فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ[۱] ۔(اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا، آؤ تیرے لیے امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے)۔

صنفِ دوئم :۔ اہلِ اعتبار اور صاحب نظر علما ہیں ۔ (ذاتی) خواہش کی طرف ان کا میلان بہت کم ہوتا ہے اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ۔[۲] (ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالی نے ایمان ثبت کر دیا ہے) ان لوگوں نے پوری تصدیق کے ساتھ کتاب وسنت کے ان اصولوں سے جن پر اجماع ہے' عقائد حقہ کو اخذ کیا ہے اور شریعت کی تفصیل میں موجوداتِ عالم پر پوری توجہ سے غور وفکر کر کے آیتِ پاک قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[۳] (آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو اور دیکھو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمینوں میں) کا حق ادا کیا ہے ۔معلومات کے ذریعے سے نا معلوم حقائق تک پہنچے ہیں نیز اپنے فکری سفر کو ایمان کے نور اور اعمالِ صالحہ کی قوت سے پرورش کیا ہے اور عالم یقین کی فضا میں متمکن ہوئے ہیں ،یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ[۴] ۔(اللہ تعالی تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا)

صنفِ سوئم :۔ اصحابِ کشف اولیاء ہیں جنھوں نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[۵] (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں) کی بزم میں یُّحِبُّھُمْ[۶] (جن سے اللہ تعالی کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی) کی شراب نوش کی اور اس میں مست ہیں ۔

رباعی :

ما ز خرا باتِ عشق مست الست آ مدیم
نام بلیٰ چوں بریم چوں ہمہ مست آ مدیم
پیش ز ما جانِ ما خورد شرابے ز عشق
ماہمہ زاں یک شراب دست پرست آ مدیم

۱۔ پارہ ۲۷۔ الواقعہ:۹۰۔۹۱
۲۔ پارہ ۲۸، الحشر۔ ۲۲
۳۔ پارہ ۱۱، یونس ۱۰۱
۴۔ پارہ ۲۸۔ المجادلۃ ،۱۱
۵۔ اشارہ ہے سورہ الاعراف کی آیت ۱۷۲ کی طرف،'' اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انھیں کے متعلق اقرار لیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں۔''
۶۔ اشارہ ہے سورۂ المائدہ کی آیت ۵۴ کی طرف۔

ترجمہ: ہم عشق کے میخانے سے مست الست ہوکر آئے ہیں۔ بلیٰ کہتے ہی سب مدہوش ہو گئے۔

ہمارے وجود سے پہلے ہماری روح نے شرابِ عشق پی لی تھی۔ہم سب اسی شراب کی مستی کے زیر اثر ہیں۔

جب ندائے اِهۡبِطُوۡا [۱] (اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو) سنی تو اس تاریک آشیانے میں آ گئے اور بشریت کے قالب میں رہ کر ملا جلا لباس پہن لیا۔شعر:

اظها بنت ابا الحمی
و مناز لا بغر اقها ولم تقع [۲]

ان عاشقان الٰہی نے ابتدا میں طویل زمانے تک ایمان بالغیب کی لوح کو پڑھا ہے اور مدتوں قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ [۳] (آپ فرما دیجئے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہوتو تم لوگ میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا) کی شاہراہ پر تقویٰ کے قدموں سے سفر کیا ہے۔ایمان وتقویٰ کے صیقل سے آئینہ دل کو ممکناتِ کائنات اور اس کی تاریکیوں کے زنگ سے کلی طور پر پاک کیا ہے اور حق تعالیٰ کی تجلیات اور قِدم [۴] کے اشراقات کی قبولیت کے لائق ہوئے ہیں۔اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهۡدِيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِيۡمَانِهِمۡ [۵] (یقیناً جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کا رب ان سے بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچائے گا) پھر جمال کا ایک نگاہ بھر مشاہدہ کیا، واپس ہوئے تو ملکوت کے ساکنوں سے یہ ندا سنی سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡهَا خٰلِدِيۡنَ [۶] (السلام علیکم تم مزے میں رہے سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ)۔ بیت

خاتم گم کردہ سلیماں بیافت
یوسف گم گشتہ بہ کنعاں رسید

ترجمہ: (الحمدللہ) حضرت سلیمان علیہ السلام کو گم کردہ انگوٹھی مل گئی، حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تھے پھر کنعان پہنچ گئے)

مطلع اول:۔یعنی اللہ پر ایمان لانا، یہ تین کواکب پر مشتمل ہے۔کوکب اوّل ذات کی تعریف، کوکب دوم صفات کا

---

۱ اشارہ ہے سورۂ بقرکی آیت ۳۶ کی طرف،''اور ہم نے کہا کہ نیچے اترو''۔

۲ یہ شعر الفاظ کے اعتبار سے نامکمل ہے۔اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا۔

۳ پارہ۔۳،آل عمران۔۳۱

۴ حق تعالیٰ کے وجود کا حکم مخلوقات کے وجود پر متقدم ہونا قِدم ہے اور مخلوقات کا اپنی ایجاد میں ایک موجد کا محتاج حدوث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''سردلبراں''، مصنفہ شاہ محمد ذوقیؒ کراچی طبع ثانی ۱۳۸۸ھ ص ۴۷۔

۵ پارہ ۱۱۔سورہ یونس آیت ۹۔

۶ پارہ ۲۴۔سورہ زمر آیت ۷۳

بیان ، کوکب سوم افعال کا بیان وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ [1] (او ر اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے)۔

(۱) کوکب اول : ذات کی تعریف

جان لیں کہ وجود تعالی مطلقاً تمام موجودات کا قیوم ہے۔ اس کی ذات کی عزت و کبریائی میں نیستی (عدم) کا گزر نہیں ہے۔ وہ اللہ ایک ہے اور بے نیاز ہے۔ وہ تھا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ وہ ہوگا اور کوئی اس کے ساتھ نہیں ہوگا ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه‘ [2] (اس کے سوا کوئی معبود نہیں (اس لیے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ سوائے اس کی ذات کے)۔ بیت

با خدا غیر او محال بود
درو درباں و پاسباں ہمہ ہیچ

ترجمہ: خدا کے ساتھ اس کے غیر کا ہونا محال ہے (اس کی بارگاہِ عزت میں) دروازہ ، دربان اور پہرے دار سب بے حقیقت ہیں۔

سُبحَانَ المُتجَلّی مِنْ کُلِّ جهتٍ وَالمُتجَلی من کُلِّ جهة [3] (وہ اللہ پاک ہے۔ظاہر ہونے والا ہر جانب سے اور ظاہر ہونے والا ہر سبب سے)۔ بیت

بے جہت چنداں کہ بینی پیش و پس
از ہمہ سُویش یکے بینی و بس

ترجمہ: (اے مخاطب) تو ذات الٰہی کا جتنا چاہے آگے پیچھے سے مشاہدہ کر لے، تجھے اس کی ذات ہر جانب سے ایک ہی نظر آئے گی)۔

پہلی کیفیت اس کے مرتبہ وحدت کے جلالِ غیب کی ہے جسے ''حضرتِ ذات'' کہتے ہیں کہ کسی مقرب ولی اور نبی مرسل کا وہاں گزر نہیں ہے، سُبحَانَہ‘ مَا قَدَرُو اللّٰهَ حَقَّ قَدرِہٖ یعنی اللہ پاک ہے۔ لوگوں نے جیسا کہ حق ہے اس کو نہ پہچانا ، ہر ہستی جو حادث و مخلوق کے نام سے موسوم ہے خواہ عالم ہو یا جاہل، بلند مرتبہ ہو یا پست مرتبہ ، ذات الٰہیہ کی حقیقت نہ

---

[1] پارہ ۲۱۔ الاحزاب آیت ۴

[2] پارہ ۲۰۔ القصص آیت ۸۸

[3] مطبوعہ نسخے میں غالباً سہو کتابت کے باعث دونوں جگہ ''جهة'' (تائے گرد) سے نقل ہوا ہے (سبحان التجلی من کل جهته والمتجلی من کل جهته) اس طرح عبارت کا مفہوم مبہم ہو جاتا ہے۔ اس ابہام کو دور کرنے کے لیے احقر مترجم نے ایک مقام پر ''جهت'' (تائے دراز) سے اور دوسرے مقام پر ''جهة'' (تائے گرد) سے نقل کیا ہے۔ جہت کے معنی جانب ہیں اور جهة کے معنی سبب ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات۔

جاننے میں یکساں ہے، اَ لخَلقُ کُلُّھُم حَمقٌ فِی ذَاتِ اللّٰہِ یعنی تمام مخلوق حق تعالیٰ کی معرفت کے باب میں نادان ہے۔ بیت

اے پدید آور جہاں کہ توئی
کہ شناسد ترا چناں کہ توئی

ترجمہ: (اے اللہ) تو کہ عالم کو پیدا کرنے والا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ تیری ذات کی حقیقت کیا ہے۔

رضوان اللہ تعالیٰ علی الصدیق الاکبر نعم ما ارشاد الیہ فی ھذا المشھد سبحان من لم یجعل فی خلقہ سبیلا الی معرفۃ الا بعجز معرفتہ (اللہ تعالیٰ صدیق اکبر سے راضی ہو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے باب میں کیا خوب فرمایا "اللہ پاک ہے" اس نے مخلوق کو اپنی معرفت کی راہ نہ سجھائی سوائے اس کے کہ اپنے عجزِ معرفت کا علم حاصل ہو) (حقیقت یہ ہے کہ ذات الٰہیہ) مخلوق کے وہم و خیال اور عقل میں نہیں سما سکتی بلکہ ان تمام سے بیش و برتر اور مختلف ہے۔

فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ[1] (سو اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے اور بڑا عالی شان ہے)۔ بیت

ہیچ دل را بکنہ او رہ نیست
عقل و جاں از کمالش آ گہ نیست

ترجمہ: اس کی حقیقت تک کسی دل کی رسائی نہیں ہے، عقل و جاں اس کے کمال سے واقف نہیں ہیں۔

کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا، **مالمعرفۃ فقال وجود تعظیم فی باطنک یمنعک عن التشبیہ و التعطیل** یعنی معرفت کیا ہے؟ فرمایا تیرے باطن میں (اللہ تعالیٰ کی) تعظیم کا احساس ہونا کہ تجھے تشبیہ[2] تعطیل[3] سے منع کیا گیا ہے۔ نیز کہا گیا ہے کہ معرفت کی ایک حد تشبیہ کے ساتھ اور ایک حد تنزیہہ[4] کے ساتھ ہے۔ تنزیہہ کا کنارہ (اللہ تعالیٰ کے) اسم باطن میں ہے اور تشبیہ کا تعلق اسم ظاہر سے ہے۔ بیت

گر بگویم مشبّہی باشم
ورنگویم ز دیں تہی باشم

---

[1] پارہ ۱۶، سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴۔

[2] یہاں تشبیہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ خیال کرنا۔ اسلام نے اس عقیدے کو ماننے سے منع کیا ہے۔ مذہب حقّہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اس درجے میں اقرار کرنا کہ وہ مخلوق کی صفات کے مشابہ نہ ہو جائے۔ ملاحظہ فرمائیں "رسالہ قشیریہ" مصنفہ ابوالقاسم قشیری ترجمہ پیر محمد حسن اسلام آباد ۱۹۷۰ء ص ۳۳ مقدمہ۔

[3] تعطیل، اللہ تعالیٰ کی صفات کا بالکلّیہ انکار کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں، رسالہ قشیریہ، ترجمہ پیر محمد حسن ص ۳۳ مقدمہ۔

[4] تنزیہہ سے مراد ہے، ذات اللہ تعالیٰ کا صفات نقص یا صفات ممکنات سے پاک و منزّہ ہونا۔ سرّ دلبراں ص ۱۱۸۔

ترجمہ: اگر (اللہ تعالی کی صفات کومخلوق کی صفات کے مانند) کہوں تو مشبہہ[1] کے گروہ میں شامل ہو جاؤں اور اگر صفات کا انکار کروں تو دین سے محروم ہوجاؤں گا۔ هُوَالاَ وَّلُ وَ الْاٰخِرُوَالظَّاهِرُوَالْبَاطِنُ[2] (سب مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے وہی ظاہر ہے وہی مخفی ہے۔) بیت :

ز پنہانی ہویدا در ہویدا
ز پیدائی نہاں اندر نہاں ست

ترجمہ: اللہ تعالی پردۂ غیب سے عالم خارجی میں ظاہر ہے اور عالم خارجی سے عیاں ہونے کے باوجود نہاں ہے۔

(آیات مبارکہ) لاَ تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ[3] (اس کو تو کوئی نگاہ محیط نہیں ہے اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے) اور لَنْ تَرَانِی[4] (تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے) کا تعلق اللہ تعالی کے اسم ''الباطن'' سے ہے جو تنزیہہ کے موافق ہے اور وُجُوهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ[5] (بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے) اور رَاَءیتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَة (میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا۔ الحدیث) کا تعلق اسم ''الظاہر'' سے ہے جو تشبیہ کے قبیل سے ہے۔ سُبحَانَ اللّٰهَ عَنِ التَّشبِیه وَالتَّنزِیه، یعنی اللہ تشبیہ اور تنزیہہ سے پاک ہے۔ بیت

چو پیدا و نہاں دانستی اورا
یقین می داں نہ این ست و نہ آنست

ترجمہ: جب تو نے یہ جان لیا کہ وہ عیاں بھی ہے اور نہاں بھی (اب) یقین کر لے کہ وہ یہ بھی نہیں ہے اور وہ بھی نہیں ہے۔

اس کے باوجود وہ جس طرح چاہے اپنی عزت وعظمت کا مشاہدہ کراتا ہے اور اہل معرفت و ایمان اسے چشم سر سے دیکھتے ہیں وھٰهنا تسکب العبرات یعنی اس مقام پر پختہ ہو جاتا ہے اور شکوک مٹ جاتے ہیں۔ اکابرین میں سے ایک بزرگ کا قول ہے اِنّ الرّسُوْلَ صلیَ اللّٰه علیه وسلم رَای رَبُّ العَلٰمِینَ فِیْ قَصرِ الفِرْدَوْسِ یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کو جنّت کے ایک قصر میں دیکھا۔ رباعی:

---

[1] مشبہہ زندیقوں کا وہ گروہ ہے جو حق تعالی کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ خیال کرتا ہے اور وہ گروہ جو صفات کا قطعی انکار کرتا ہے۔ معطلہ کہلاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں رسالہ قشیریہ ترجمہ پیر محمد حسن ص ۳۳

[2] پارہ ۲۷۔ سورہ الحدید آیت ۳
[3] پارہ ۷ سورہ الانعام آیت ۱۰۳
[4] پارہ ۹ الاعراف ۱۴۳
[5] پارہ ۲۹، سورہ القیامہ آیت ۲۳

از عشق اگرت بدل در آید دیدن
معشوق ترا سہل نماید دیدن
زنہا ر بہ سایہ اش قناعت می کن
چوں سایہ مپندار کہ شاید دیدن

ترجمہ: اگر تیرے دل میں جذبہ عشق کے باعث دیدار کی خواہش پیدا ہوتو تجھ پر محبوب کا دیدار سہل ہوسکتا ہے۔لیکن خبردار محبوب کے سایے کو دیکھنے سے مطمئن نہ ہو جانا کیونکہ سایہ تو محض سایہ ہوتا ہے سایے پر اصل کا گمان کیسے ہو سکتا ہے۔

سُبحَانَ مَن' عَلیٰ فِی' دنّوہ و دنافی علوّہٖ و بطن فی ظھورہٖ وظھرفی بطونہ یعنی پاک ہے وہ ذات جو بلند ہے اپنی نزدیکی میں اور نزدیک ہے اپنی بلندی میں اور مخفی ہے اپنے ظہور میں اور ظاہر ہے اپنی پوشیدگی میں ۔تمام اشیا اس کی محتاج ہیں ۔ **لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ** [1] (کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے) اور یہ انتہائی عظمت کا مقام ہے (حتیٰ کہ) کاملین اور مقربین کو بھی یہ مجال وقوت نہیں کہ وہ اس مقام کے باب میں اس سے زیادہ گفتگو کرسکیں ، اللہ تعالیٰ عظیم و یکتا ہے۔شعر:

انچہ دل داند حدوث است انچہ لب گوید حروف
من زدل چوں دانمت یا از زبان چوں خوانمت

ترجمہ: جسے دل جان لے وہ مخلوق ہے جسے لب ادا کریں وہ حروف ہیں میرا دل تجھے کس طرح جانے یا زبان تیرے بارے میں کیا کہے۔(تیرا وجود پاک ان سب سے ماوریٰ ہے)۔

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۚ وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۚ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ [2]

آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے۔ جو (یہ کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

(۲) کوکب دوم: صفات کا بیان

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے ، جان لیں کہ خدائے مہربان کامل صفات اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے ، **وَلِلّٰهِ**

---

[1] پارہ ۲۵،سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱

[2] پارہ ۲۳، الصفت ۱۸۰

الْاَسۡمَآءُ الْحُسۡنٰى [۱] (اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں) اگر چہ مخلوق کے لیے بھی ذات وصفات کے لفظ استعمال ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں لفظ کسی درجے میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مترادف ومماثل نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پاک مخلوق کی صفات و ذات نہیں ہوتی [۲]۔ مشائخ میں سے کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ توحید کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات کا بغیر تشبیہ اقرار کرنا اور اس کی صفات کا انکار نہ کرنا۔ معرفت کے ارکان میں سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمالیہ وجلالیہ کا اقرار واجب ہے جس کی شہادت کاملین انبیاء ورسل کا ذوق ثبوت کے ساتھ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حیّ ہے۔ وہ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی احدیت کی عظمت میں زوال وفنا کا گزر نہیں ہے۔ وہ عالم (جاننے والا) ہے جو کچھ تھا، جو کچھ ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا ان کا کلّی اور جزوی اجمال وتفصیل حق تعالیٰ کے علم قدیم میں یکساں ہے۔ اس کے مرتبہ علم میں ماضی وحال اور مستقبل ایک جیسے ہیں، وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ط [۳] (اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیا کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے) جو کچھ تھا جو کچھ ہوگا اور جو نہ ہوگا، ان کا ارادہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ایمان اور کفر اس کے ارادے اور قضا کے تحت ہیں، اس کی قضا بھی ارادہ ہے [۴]۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ [۵] (اور اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں) اگر چہ اللہ تعالیٰ بندوں کے کفر کرنے اور گناہوں میں ملوث ہونے کو پسند نہیں کرتا وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ [۶] (اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا) ارادہ غیر رضائی ہے اور معرفت کی مشکلات میں سے ہے۔ اس کا بھرپور انکشاف رازِ قدرت کے منکشف ہونے پر موقوف ہے اور ہر شخص کو یہ دسترس نہیں ہے کہ وہ رازِ قدرت کے جمال کا ادراک کر سکے۔ بیت

هیزم دیگے که باشد شهپر روح الامیں
خانه اربابِ شیطاں رادراں مطبخ چه کار

ترجمہ: جس دیگ کے لیے روح الامین کے شہپر کا ایندھن درکار ہو، اس پکوان سے اربابِ شیطان کے طعام خانے کا کیا تعلق ہے۔

(بہر حال) جن لوگوں کو دریائے تقدیر کے بھنور سے نکالا گیا، انھیں تقدیر کے راز ظاہر کرنے سے روک دیا گیا کہ القدر سرّ فلا تفشوہُ یعنی تقدیر راز الٰہی ہے اسے افشا نہ کرو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیّت سے ظہور میں آتے ہیں۔ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّآ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ [۷] (اور تم بدون اللہ تعالیٰ کے چاہے کچھ نہیں کر سکتے)

۱۔ پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۸۰
۲۔ یہاں مطبوعہ نسخے کی عبارت میں ابہام ہے۔ احقر مترجم نے حتی الامکان عبارت کے مفہوم کی ترجمانی کی ہے۔
۳۔ پارہ ۷ الانعام آیت ۵۹
۴۔ یہ ترجمہ خطی نسخے کے مطابق ہے
۵۔ پارہ ۱۳، الرعد آیت ۴۱
۶۔ پارہ ۲۳، الزمر آیت ۷۔
۷۔ پارہ ۳۰، التکویر آیت ۲۹

مَا شَا ءَ اللّٰہُ کَا نَ وَ مَا لَمۡ یَشَا ءَ لَمۡ یَکُن ۡ یعنی جو کچھ خدا چاہے وہی ظہور میں آئے گا اور جو نہ چاہے وہ ظہور میں نہ آئے گا۔شعر:

وما شئت کان وان لم یشاء

وما شئت ان لم یکن

ترجمہ: (اے اللہ) جو بات تو چاہے وہ ہوگی اگر چہ ہم نہ چاہیں اور جو بات تو چاہے کہ نہ ہو وہ نہ ہوگی۔

وہ ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ نابود اور لا شے سے (اشیاء) پیدا کرتا ہے۔ یہ امر اللہ تعالی کے جلالِ قدرت سے خاص ہے۔ **لا شریک له فی ذالک سبحان الملک الحیّ القادر هل من خالق غیر اللّٰه** یعنی اس امر میں کوئی شریک نہیں۔ پاک ہے، بادشاہ ہے، زندہ ہے، قادر ہے کیا سوائے خدا کے کوئی اور خالق ہے۔ آسمان و زمین، عرش و کرسی، جنّ و انس (بلکہ) کائنات عالم کے تمام ذرّات اللہ تعالی کی قدرت کاملہ سے وجود میں آئے ہیں اور اگر وہ چاہے تو ایک لمحے میں ان سب کو ان کی اصل تک جو محض عدم ہے پہنچا دے اور از سرِ نو (اسی طرح کی) دوسری مخلوق پیدا فرمائے۔ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ۔ وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ [1] (پس اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ مشکل نہیں) وہ سننے والا ہے، اندھیری رات میں زمین کے سات درجوں کے نیچے بندوں کے دلوں کی دھڑکن سن لیتا ہے۔ وہ دیکھنے والا ہے۔ کعبہ ہو یا گرجا، مسجد ہو یا میخانے سب مقامات پر اطاعت گزاروں کی اطاعتیں اور عاصیوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ط وَاللّٰہُ بَصِیۡرٌ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ [2] (بے شک اللہ تعالی آسمان و زمین میں مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمھارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے) کلام کرنے والا ہے۔ فرشتے، نبی اور ولی (اس سے) کلام کرتے ہیں۔ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا [3] (اور موسیٰ سے اللہ تعالی نے خاص طور پر کلام فرمایا) توریت، انجیل، زبور اور قرآن سب اسی کا کلام ہے، جب تک (کلامِ الٰہی) دل پر نازل ہو کہ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ عَلیٰ قَلۡبِکَ [4] (اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر) حرف و آواز سے پاک ہوتا ہے۔ جب روح القدس کے القا کرنے اور تعین پانے سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مظاہر میں سے کسی مظہر میں پہنچتا ہے تو حرف و آواز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کے ذوق کا کمال سوائے ادّبنی ربّی (مجھے میرے رب نے ادب سکھایا) کے مکتب کے کہیں حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ (اس کے لیے) ایسی پاک روح چاہئے جو نورِ احدیت [5] سے بینا ہو چکی ہو اور بے بصری و جہالت سے رہائی پا چکی ہو تا کہ قرآنِ عظیم کے عجیب اسرار اور نادر نشانیوں کو

---

[1] پارہ ۱۳، ابراہیم ۱۹۔۲۰

[2] پارہ ۲۶ الحجرات ۱۸

[3] پارہ ٦ نساء ۱٦۴

[4] پارہ ۱۹، الشعراء ۱۹۴

[5] احدیت سے مراد اللہ تعالی کی ذات محض جو اپنی کنہ اور حقیقت کے لحاظ سے نا معلوم اور نا قابل علم ہے۔

جان سکے نیز نفس اور حروف وکلمات کے پردوں کو ہٹا سکے۔ بیت:

عروسِ حجلہ و قرآں نقاب آنکہ براندازد
کہ دار لملک ِ ایماں را مجرد یابد از غوغا
عجب نبود کہ از قرآں نصیبت نیست جز نقشے
کہ از خورشید جز گرمی نہ یابد چشم نا بینا

ترجمہ: قرآن کے حجلے کی دلہن کا نقاب وہی شخص الٹ سکتا ہے جو ایمان کے پایہ تخت کو تنہا بہادری سے حاصل کرے۔ اگر تیرے نصیب میں قرآن حکیم سے سوائے نشان کے کوئی حصہ نہیں ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ آفتاب سے اندھی آنکھوں کو سوائے حرارت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں (یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلام اللہ) دلوں میں محفوظ ہے، زبان سے پڑھا جاتا ہے اور صحیفوں میں لکھا ہوا ہے (لیکن) تحریر اور صورت، حرف اور آواز حادث ہیں جبکہ (لوح محفوظ پر) تحریر ہونا اور پڑھا جانا (فی نفسہ) قدیم ہے۔ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ [۱] (اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبے کی اور حکمت بھری کتاب ہے)۔ بیت:

کتابِ حقائق ندارد نہایت
نہ صوتے درو ہست پیدا نہ آیت

ترجمہ: کتابِ حقائق (قرآن عظیم) کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نہ اس میں آواز ہے اور نہ آیت ظاہر ہوتی ہے۔

اب تمام قرآن جبریل امین کے توسط سے نشر ہونے والا حرف ہے جو روایت کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ [۲] (اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے، اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں) سچ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ جلّ جلالہٗ کے نام اور صفتیں کسی محدود دائرے میں نہیں سما سکتے۔ ان کی تفصیل سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا آگاہ ہونا محال ہے (البتہ) ان میں سے بعض اسما و صفات ایسے ہیں جنھیں صاحبانِ عقل بارگاہِ ربوبیت سے اس دنیا میں اور بعض آخرت میں سیکھتے ہیں اور بعض نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں جان سکتے ہیں، بعضے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب میں خاص کیا ہے بہر حال ان سب کا خلاصہ اجمالی طور پر یہ ہے کہ نگاہِ عقل میں جو نورِ ایمان کے سرے سے منور ہوئی ہے، تمام اسما و صفات چار اقسام پر مشتمل ہیں۔ اثباتی، منفی، اضافی اور خبری، تاہم دنیا کی پیدائش سے متعلق سالکوں کو جس قدر (اسما و صفات) کی معرفت ضروری

۱۔ پارہ ۲۵، الزخرف ۴
۲۔ پارہ ۲۱، سورۂ لقمٰن آیت ۲۷۔

ہے، اسے مختصر طور پر سورۂ حشر کے آخر میں بیان فرمایا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَا دَةِ هُوَالرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُالْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَالْعَزِیْزُالْحَکِیْمُ۔[1]

(وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود (بننے کے لایق) نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا، وہی بڑا مہربان رحم والا ہے۔ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے، سالم ہے، امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے۔ زبردست ہے، خرابی کا درست کر دینے والا ہے، بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ (جس کی شان یہ ہے) لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ معبود برحق ہے، پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے، وہ صورت بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں، سب چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے)۔

(اسی ضمن میں) حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ملک محمود جو فقیر کے بہت مخلص مریدوں میں سے تھا اور موضع اوتہ پرگنہ سرور پور کا زمیندار تھا، امیر شیخا قوچین زمیندار موضع سنکرہ کے ساتھ فقیر کے پاس آیا اور ایمان سے متعلق عقائد کے بارے میں سوالات کیے۔ ان کو ہدایت کی گئی کہ اگر تم کلی عقائد اور حقیقی فوائد کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو تمھیں کتاب ''مطلع الایمان'' کا جو حضرت شیخ صدرالدین قونوی سے منسوب ہے مطالعہ کرنا چاہئے، چنانچہ اس وقت سے یہ دونوں شخص مذکورہ کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ اس علاقے کے مریدوں میں سے جس قدر کامل اور سچا عقیدہ ملک محمود کا تھا کم ہی کسی اور کے حصے میں آیا ہوگا۔ روضہ روحاباد کی درستی اور دیگر کاموں کی تکمیل ان ملک محمود سے منسوب ہے۔ اپنے اصحاب سے متعلق قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ دس منتخب افراد کو وحدت آباد کا اہم کام سپرد کیا گیا ان میں سے ایک ملک محمود ہیں۔

(۳) کوکب سوم: افعال کا بیان

ملک محمود کے ذکر کے بعد قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سورۂ حشر کی مذکورہ بالا آیات اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم ذات پر استدلال کیا ہے، اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ[2] (بلاشبہ

---

[1] پارہ ۲۸، سورۂ الحشر، آیات ۲۲ تا ۲۴

[2] پارہ ۲، سورۂ بقرۃ، آیت ۱۶۴

آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں) یہ آیت اور اس کی مثل دیگر آیات (نازل) فرمائی ہیں ، لیکن عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام کے درمیان جو عالم واسطہ ہے اسے عالمِ مثال کہتے ہیں اور شریعت میں اس کو برزخ کہتے ہیں ۔ اہل بصیرت علماء اور صاحبِ کشف حضرات ملائکہ ، انبیاء اور اولیا کی روحوں کو بصورت شخص اسی عالم (برزخ) میں دیکھتے ہیں۔ اس عالم کے عجائبات اور حیران کن باتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے ، لیکن افعال الٰہی کا سب سے زیادہ عجیب وغریب ، بزرگ اور مکمل شاہکار انسان ہے ۔ انسان تمام عوالم کا مرکّب ہے ، جو خصوصیات دونوں جہانوں میں ثابت ہیں سب اس میں جمع کر دی گئی ہیں ۔ وہ (اس دنیا میں) اللہ تعالیٰ کا نائب اور الوہیت کا سایہ ہے ۔ انسان ہی موجوداتِ عالم کا خلاصہ اور جوہر ہے ۔ جو کچھ (کائنات میں) پیدا کیا گیا ہے اس کے مرتبے کی تکمیل کے لیے پیدا کیا گیا ہے ، **یادَاوٗدَ اِنِّي خَلقتُ مُحَمَّدً الاِ جَلِي و َخَلقتُ وُلد آدَمَ لِاَجلِ مُحَمَّد ، وَ خَلقتُ مَا خَلَقتُ لاَجَلِ وَلَد آدَمَ، فَمَنِ اشتَغَل بِی سَبَقَ مَا خَلَقتُه لاَجَلِه وَ مَنِ اشتَغَلِ بِمَا خَلَقتُ لاَ جَلِه حجبَه عَنیِ** ، یعنی اے داؤد میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے لیے پیدا کیا اور اولاد آدم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے پیدا کیا اور اولاد آدم کے لیے پیدا کیا جو کچھ پیدا کیا ۔ پس جو شخص میری یاد میں مشغول ہوا میں اس کے لیے اس چیز کو روا نہیں رکھتا جو میں نے اس کے لیے پیدا کی ہے اور جو شخص اس چیز پر متوجہ ہوا جو میں نے اس کے لیے پیدا کی ہے تو میں اپنی ذات کو اس سے چھپا لیتا ہوں[1] ۔ شعر:

ترا از دو گیتی بر آوردہ اند
بچندیں متاعِ پروردہ اند
نخستین فطرت پسین شمار (کذا) [2]
توئی خویشتن را ببازی مدار

ترجمہ: تجھ کو دونوں عالم سے (منتخب کرکے) پیدا کیا ہے ۔ بہت سے سامان سے تیری پرورش کی ہے تو برتر ہے اور فطرت کم تر ہے ۔ اپنے آپ کو (دنیا کے) کھیل میں مبتلا نہ کر۔

جب انسان اپنی تکمیل کر لیتا ہے تو اپنے عالم کی جانب متوجہ ہوتا ہے (حتیٰ کہ) آسمان عبور کر جاتا ہے ۔ اس مقام پر

---

[1] اس عبارت کے اعتبار سے مخلوق کے تین زمرے ہوئے ۔ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٗ آپ کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا دوسرے اولاد آدم جسے محمد صلی اللہ عیلہ وسلم کے لیے پیدا فرمایا ٗ تیسرے وہ اشیا جو اولاد آدم کے لیے پیدا کی گئیں یہی تیسری مخلوق سے مراد ہے کہ یاد الٰہی کے شغل میں تیسری مخلوق (حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ) کی طرف متوجہ ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ۔ یاد الٰہی میں اخلاص پر اصرار کیا گیا ہے ۔ احقر مترجم ۔

[2] مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ سہو کتابت کے باعث مصرع مذکور بے وزن ہو گیا ہے اور مفہوم بھی کچھ نہیں نکلتا ۔ احقر مترجم نے یہاں ترجمانی پر اکتفا کیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اِنّ اللّٰہَ خلق َ جہنّم َ مِن فَضل ِ رَحمَتہ سَوطا ً یَسُوقَ بِہ عِبَادِہٖ اِلَی الجَنَّۃِ (بے شک خدا نے اپنے فضل رحمت سے دوزخ کو پیدا کیا صرف ایک مدت کے لیے تا کہ اپنے بندوں کو جنت کی طرف لے جائے) کیا ہے اور سَیَّاتِی عَلیٰ جَھَنَّمِ زَمَان یُنبِتُ فِی قَعرِھَا الجر جِیرِ (قریب ہے کہ دوزخ پر وہ زمانہ آئے گا کہ اس کی تہہ میں ساگ اگ آئے گا) کیا راز ہے؟ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فرماتے ہیں کہ اَلخَیرَ کُلّہ َ فِی یَدِکَ وَ الشرّ لَیسَ اِلَیکَ (اے اللہ بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں ہے) حالانکہ لاَ فَا عِلا اِ لاَّ اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں ہے تحقیق شدہ امر ہے۔ شعر:

غضب الکریم و ان نا حج نار
کدخان قدر لیس فیہ سواد

ترجمہ: اگرچہ کریم کا غضب جوش میں آتا ہے لیکن اس کی آگ دیگ کی بھاپ کے مانند ہوتی ہے جس میں سیاہی نہیں ہوتی۔

اس روز جسم روحوں میں گم ہو جائیں گے جس طرح موجودہ زندگی میں روحیں جسموں میں گم ہیں۔ یَوم َ نَطوِی السَّمَآ کَطَیِ ّ الِسّجِلّ لِلُکُتُبِ کَمَا بَدَ اْنَا اَوّلَ خَلقٍ نّعُیدُہٗ وَعُدًا عَلَینَا اِ نّاَ کُنَّا فٰعِلِینَ [1] (اور وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے، جس روز ہم (نفخہ اولیٰ کے وقت) آسمانوں کو اس طرح سے لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے اور ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرتے وقت ہر چیز کی ابتدا کی تھی اسی طرح آسانی سے اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے) اس مسئلے کی مکمل تشریح رازِ قدرت کے منکشف ہونے اور امورِ الٰہی کی غایت کو جاننے کی مقتضی ہے اور اِنَّ اللّٰہَ کَرِّہ َ لَکُم ُ البّینَا تِ کُلُ بینّات (بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے حق میں تمام بینات کو بیان کرنا پسند نہیں فرماتا) اگر چہ دیدۂ بینا رکھنے والوں کو یہ حقیقت قرآن میں آفتاب سے زیادہ روشن نظر آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو دوسروں سے چھپائی گئی ہو، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کتاب (کے حقائق) کے ادراک کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ (اس مسئلے کی) اصل تشریح اور حقیقی مقصد کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، لیکن: شعر:

مرد باید کہ بوئے داند برُد [2]
ورنہ عالم پر از نسیم صباست

ترجمہ: اہل ہمت کے لیے ضروری ہے کہ خوشبو کو جانے اور اسے پھیلائے ورنہ عالم تو نسیم صبا سے معمور ہی ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷، الانبیاء ۱۰۴۔

[2] غالباً مطبوعہ نسخے میں مصرعِ اولیٰ سہو کتابت کے باعث صحیح طور پر نقل نہیں ہوا ہے۔ بہر حال قریب ترین مفہوم میں شعر کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

اِنّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ[1] (یقیناً آسمانوں اورزمین کی پیدائش میں) (علاوہ ازیں ایک کہاوت ہے) کہ اِرجع اِلیٰ مَا کُنت َیَصدده یعنی ہم ہراس چیز کی جانب رجوع کرتے ہیں جس کے ہم درپے تھے (حاصل کلام یہ ہے کہ) انسان اوراس کے افعال،حرکات خیالات نیز اس کے ظاہری و باطنی اقدام سب ارادۂ الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ سب کچھ دم بہ دم اللہ تعالی کی قدرت سابق و لاحق کے مطابق رو بہ عمل رہتا ہے۔ بیت:

کار اگرچہ بمن است ولے بے من نیست

فاعل جان است وفعلِ او بے تن نیست

ترجمہ: کام اگرچہ مجھ سے متعلق ہے لیکن بغیر میرے انجام نہیں پاتا۔ (بے شک) روح فاعل ہے لیکن اس کے فعل کے لیے جسم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ[2] (ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا) اور مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلاَ فِیۡ اَنۡفُسِکُمۡ اِلاَّ فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا اِنّ ذَالِکَ عَلی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ[3] (کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوحِ محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔ یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔) ان آیات سے اللہ تعالی کی قدرتِ سابق کی جانب اشارہ ہے۔وَاللّٰهُ خَلَقَکُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ[4] (حالانکہ تم کو اورتمھاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا) اور هَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَیۡرُ اللّٰهِ[5] (کیا اللہ تعالی کے سوا کوئی خالق ہے) یہ آیات حق تعالی کی قدرتِ لاحق سے عبارت ہیں، جو وہ ساعت بہ ساعت ایجاد کرتا ہے۔ کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ[6] (وہ ہروقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے) لیکن محض اس بناء پر کہ انسان افعال الٰہی کا ذریعہ ہے اس لیے بطور مجاز فعل کو اس سے منسوب کر دیتے ہیں وَمَارَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی[7] (آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالی نے وہ پھینکی)۔ (اس میں شک نہیں کہ) فعل انسان سے صادر ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت وہ اس کا فاعل نہیں ہے۔ (مثال کے طور پر) اگر یہ کہا جائے کہ یہ سطر کاغذ پر تو نے تحریر کی ہے تو یہ کہنا درست ہے اور اگر یہ کہیں کہ یہ تحریر قلم سے صادر ہوئی ہے تو بھی درست ہے لیکن یہ دونوں قول دومختلف جہت رکھتے ہیں۔ درحقیقت یہاں جبر وقدر کے دریا کی موجوں کا تلاطم ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ لاَ یَنۡجُوۡ امن صد ماته اِلاّ لاکمل وَالرَّاسِخُوۡنَ فِی العِلم یعنی اس کی مصیبتوں سے سوائے کاملین اورعلم میں راسخ بندوں کے نجات نہیں پاتے ہیں۔قدر پر ایمان واجب ہے اور ذات کا مشاہدہ

---

[1] سورہ البقرہ آیت ۱۶۴ یا سورہ آل عمران ۱۹۱ کے ابتدائی کلمات ہیں۔ دونوں آیات میں یہی ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ تعالی کی نشانیاں اہل عقل کے لئے حقیقت آموز ہیں۔

[2] پارہ ۲۷، القمر ۴۹

[3] پارہ ۲۷، الحدید ۲۲

[4] پارہ ۲۳ الصفت ۹۶

[5] پارہ ۲۲ فاطر ۳

[6] پارہ ۲۷، الرحمٰن ۲۹

[7] پارہ ۹، الانفال ۱۷

اور اپنے قصور کا اعتراف تقاضائے ادب ہے۔سوائے اللہ تعالیٰ کی پناہ کے اس کی نافرمانی سے واپسی نہیں ہے۔سوائے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے اطاعت گزاری کی قوت حاصل نہیں ہے سب کچھ اس کے ارادے اور اندازے سے ہوتا ہے مدد کی درخواست اللہ تعالیٰ سے ہے، اسی سے اس کی پناہ تلاش کرنا ہے اسی کی ذات پر توکل ہے۔ جو بات اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی وہ حکمت والا، عادل اور لطیف وخبیر ہے۔

مطلع دوم: یعنی اصلِ دوم کے حقائق کی تفصیل جو نبوت پر ایمان لانے سے متعلق ہے اس کے دو کوکب ہیں۔

کوکب اوّل:۔ نبوت کی صنف، خصوصیت، عجائب اور مقدماتِ احکام سے متعلق امور کا بیان

اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے عجیب اسرار (کے مشاہدے) کی راہ دکھا دے اور اپنے نادر انوار کو جذب کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خوب جان لیں کہ آدمی کی (متعدد) انواع ہیں۔ ہر نوع میں ایک خاص (اور محدود) ادراک ہوتا ہے (اس ادراک کی کیفیت یہ ہے) کہ اپنے سے برتر نوع کے مدرکات اس کے لیے غیب کا درجہ رکھتے ہیں۔مثال کے طور پر پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کے لیے شیر خوار بچے کے مدرکات غیب کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ طفلِ شیر خوار کی نوع پیٹ کے بچے کے لیے ماورائے عقل ہے، اسی طرح صاحبِ تمیز نوع کو طفلِ شیر خوار سے وہی نسبت حاصل ہوگی جو طفلِ شیر خوار کو پیٹ میں پرورش پانے والے بچے سے ہے۔ (یہی حال آدمی کی تمام انواع کا ہے کہ) عاقل کی نوع صاحبِ تمیز سے بالاتر ہے، ولایت کی نوع عقل کی نوع سے بالاتر ہے اور نوعِ نبوت نوعِ ولایت سے ماورا ہے۔**فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْم** یعنی ہر ذی علم سے بالاتر ذی علم موجود ہے۔

اب جان لیں کہ پیٹ کے بچے کے لیے محال ہے کہ وہ طفلِ شیر خوار کے مدرکات کا شمہ برابر بھی ادراک کر سکے کیونکہ وہ (رحم کی) جھلّی کے عجائب خانے میں مقیدّ ہے اور اس عالم کی فضا تک اس کی رسائی نہیں ہے۔اسی پر دیگر انواع کو قیاس کریں۔ جو ہستی انواعِ انسانی کی کسی نوع میں قرار پکڑے ہوئے ہے وہ اپنی نوع سے بالاتر نوع کے مدرکات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے، جیسے مجسمے جو وہم و خیال اور اس کی تنگی کی نوع میں تقلید کی زنجیر سے جکڑے ہوئے ہیں وہ نوعِ عقل کے مدرکات کو کسی بھی درجے میں ادراک نہیں کر سکتے۔البتہ اگر وہ ہم خیال سے چھٹکارا حاصل کر کے عالمِ عقل کی فضا کا مشاہدہ کر سکیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ وہ کس مقام پر آ گئے ہیں: شعر:

بوقت صبح بود ہمچو روز معلومت
کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

ترجمہ: صبح کے وقت تجھے روزِ روشن کی مانند عیاں ہو جائے کہ تو نے تاریک رات میں کس سے عشق کیا۔

یہی معاملہ عقل کا ہے کہ (اہلِ عقل) نوعِ عقل کے معتکف ہیں۔نوعِ ولایت سے ان کو ویسی ہی نسبت ہے جیسی

مجسموں کو نوعِ عقل سے ہے۔ نوعِ ولایت کے خاص مدرکات ہیں کہ اہلِ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ عالمِ عقل و وہم میں ان مدرکات سے متعلق سوائے تشبیہ اور مثال کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وَ تِلکَ الاَمثَالُ نَضرِ بُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعقِلُهَا اِلَّا العٰلِمُو نَ [1] (اور ان قرآنی مثالوں کو ہم لوگوں کے سمجھنے کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں)۔ فرد:

معانیست آنجا کہ در وہم ناید
و زو فہم نکند خرد جز حکایت

ترجمہ: اس مقام پر ایسے حقائق ہیں جو وہم میں بھی نہیں سما سکتے، ان سے عقل سوائے تمثیل کے کچھ نہیں سمجھ سکتی۔

ہر نوع کے لیے ضروری ہے کہ جو نوع اس کی نوع سے ماورا ہے ایمان بالغیب کو نقدِ وقت بنائے ورنہ برتر نوع سے تعلق پیدا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ ایمان بالغیب کے وظائف میں سے ایک یہ ہے کہ برتر نوع کے بارے میں قطعی طور پر قیاس سے فیصلہ نہ کرے اور رنگوں کے ادراک کے تعلق سے اپنے آپ کو مادر زاد اندھے کی مانند خیال کرے کیونکہ بینائی کی قوت حاصل ہونے سے پہلے مادر زاد اندھا اپنے قیاس سے رنگوں، خوشبوؤں اور آوازوں پر حکم لگائے گا تو یہ قیاس قطعی طور غلط ہوگا۔ فرد:

داند اعمٰی کہ مادرے دارد
لیک چونی بوہم در نارد

ترجمہ: اندھا جانتا ہے کہ اس کی ماں ہے لیکن کیسی ہے وہ اپنے وہم میں نہیں لا سکتا۔

جب تک آدمی مادرِ طبیعت کے پیٹ سے چھٹکارا نہیں پاتا اور جبرِ بشریت سے اپنا ہاتھ چھڑا نہیں لیتا نیز (کوشش کر کے) عالمِ ملکوت میں قدم نہیں رکھتا وہ اس نوع کی حقیقت کو جو اس کی عقل سے ماورا ہے (حقیقی) ذوق اور مشاہدے کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔ الا ان یومن بالغیب واذا انتم اجنة فی بطون امھٰتکم فلا تزکوا انفسکم (مگر یہ کہ تم جس وقت اپنی ماؤں کے پیٹ میں تھے غیب پر ایمان لائے پس اپنے نفسوں کو پاک نہ کہو)۔ بیت:

دلا تا کے دریں زنداں فریبِ ایں و آں بینی
یکے زیں چاہِ ظلمانی بروں شوتا جہاں بینی

ترجمہ: اے دل تو کب تک ایں و آں کے زندانِ فریب کو دیکھتا رہے گا، ایک بار (جست کر کے) اس اندھیرے کنویں سے باہر آ تا کہ حقائقِ عالم کا مشاہدہ کر سکے۔

اس لطیفے میں جو کچھ ہے ''مطلع الایمان'' سے ماخوذ ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ تھا، اس لیے بیان کیا گیا کہ عقلا کی انتہا اولیاء کی ابتدا ہے اور اولیاء کی انتہا انبیاء کی ابتدا ہے ان پر سلامتی ہو۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ [2] (اور اللہ

---

[1] پارہ ۲۰، العنکبوت ۴۳ [2] پارہ ۱۴، النحل ۷۱

تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے) حدیث میں ہے کہ فرشتے جانتے ہیں کہ نعمت کے دو درجے کیا ہیں چنانچہ اس روایت میں جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ علما کا درجہ مومنین کے درجے سے بالا تر ہے، ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے، اسی حدیث کی نشان دہی کرتی ہے۔ اب ہر عاشق معشوق کی معیت میں ہوتا ہے اس کے بعد عاشق میں معشوق کی سیر ہوتی ہے۔

خلیلی قطا ع انصافی الی الحمی

کثیر و اماالواصلون قلیل

ترجمہ: اے میرے دوست صحراؤں سے چراگاہوں تک قطع کرنے والے بہت ہیں لیکن جوڑنے والے بہت کم ہیں۔

نوعِ نبوت کے حیرت انگیز مدرکات اور ان کی تفصیل انبیاءعلیہم السلام کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا، لیکن ان میں سے بعض (حقائق) جو نوعِ عقل اور نوعِ ولایت کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں، ان کا ایک شمہّ عقل اور علم کی ترجمانی سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام بشری تعلیم و تعلّم کے بغیر ابتدا اور آخرت کی مکمل تفصیلات افقِ غیب سے حاصل کرتے ہیں اور اس ضابطہ کلیّ کی جس سے دنیا کا نظام قائم ہے تعلیم دیتے ہیں۔ جو کچھ لوگوں کو خواب میں غیب کے ادراک سے متعلق مثالی صورت میں نظر آتا ہے اسے واضح طور پر بیداری میں دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو قدرت دیتا ہے کہ اگر وہ چاہیں کہ آسمانی و زمینی جسموں میں تصرف کریں تو اللہ کے حکم سے کر سکتے ہیں۔ ہر عمل جو دنیا میں آدمی سے صادر ہوتا ہے اس کے بارے میں انھیں علم ہوتا ہے کہ برزخ، قیامت اور آخرت میں اس کا کیا نتیجہ نکلے گا (انبیاءعلیہم السلام) قطعی طور پر تحقیق کے ساتھ اعمال کے ثواب اور عذاب کی مقدار کو جانتے ہیں علاوہ ازیں روح القدس کے توسط اور پیغام رسانی کی بنا پر لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ انسانی روحوں کی ہدایت اور نفسِ بشری کی تکمیل کے لیے ان کو ابدی نیک بختی کی بشارت دیتے ہیں اور ہمیشہ کی بدبختی سے ڈراتے ہیں۔ وَمَانُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ [1] (اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں)۔

کوکب دوم : محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بیان میں

(یہاں) نبوت کے راز کی جانب ایک اشارہ (کیا جاتا ہے)۔

جس طرح انواع انسانی (کے کمالات) کی انتہا نبوت ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذوق تمام انبیا و رسل کے اذواق کا منتہا ہے۔ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے اکمل اور افضل ہیں۔ قیامت کے روز جب تمام کاملین میدانِ حشر میں حاضر ہوں گے آپ ﷺ ہی رسولوں کے سردار اور اولین و آخرین کا انتخاب ہوں گے بلند درجات میں فردوسِ

---

[1] پارہ ۷۔ سورہ الانعام، آیت ۴۸

اعلیٰ ایسی زینت ہے کہ اس سے عظیم تر کوئی زینت نہیں ہے اسے ''مقام محمود'' کہتے ہیں ، وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْبِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا [1] (اور کسی قدر رات کے حصے میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لیے زائد چیز ہے ۔ امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود میں جگہ دے گا) وہ مقام سوائے ایک ہستی کے کسی کے لائق نہیں ہے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے مخصوص ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان سے اکمل ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور بلند مرتبہ سادات کے بزرگ ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی ہو ۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَ بَا اَحَدٍ مِنْ رِجَا لِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّنَ ط وَکَا نَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَئیٍ ءٍ عَلِیمًا [2] (محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ۔) نظم :

تا شبے نیست صبحِ ہستی زاد
آفتابے چنیں ندارد باد
ہر کہ چوں خاک نیست بردرِاو
گر فرشتہ است خاک برسرِ او

ترجمہ: (جس رات کی صبح آپ صلی اللہ علیہ سلم کی ولادت با سعادت ہوئی) آج تک ایسی صبح زندگی پیدا کرنے والی رات وجود میں نہیں آئی نہ آفتاب کو کوئی ایسی رات یاد ہے ۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در مبارک کی خاک نہ ہوا ، اگر وہ فرشتہ ہے تو اس کے سر پر خاک ۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ۔ حق کے ساتھ مخلوق کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا ، روشن چراغ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم کردی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کامل کیا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا اظہار نادانی اور سرکشی ہے کیونکہ کمال پر زیادتی نقصان ہے ۔

مطلع سوم : آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے ۔ یہ اس دن کے حقائق سے متعلق دو کوکبوں پر مشتمل ہے ۔

کوکب اوّل : ۔ انسان کی (موجودہ) صورت کے فنا ہونے کے بعد اس کی دائمی زندگی پر ایمان لانے سے متعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحوں کو بقائے ابدی اور حیاتِ سرمدی کے لیے پیدا فرمایا ہے یہ دنیا تو اس منزل کی رہ گزر ہے ۔ بیت :

راہیست ترا پیش کہ می باید رفت
زا ں جا اگرت مراد برناید رفت

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۹ [2] پارہ ۲۲ ، الاحزاب ۴۰

تن آ لتِ تست تا بجائے برسی
تو آلتِ تن شدی کجا شاید رفت

ترجمہ: تجھ کو ایک راہ طے کرنی ہے چلتا چلا جا، اگر وہاں سے مراد بر نہ آوے تب بھی چلتا رہ جسم تیرے لیے ایک ذریعہ ہے تاکہ تو منزل پر پہنچ سکے، اگر تو جسم کا ذریعہ بن گیا تو منزل پر کس طرح پہنچے گا۔

اللہ تعالی کی وحی، انبیاء علیہ السلام کی شہادت، اولیا کے مشاہدات، علما اور حکما کے غور وفکر کے مطابق ان کو ناپیدی اور فنا نہیں ہے وَلاَ تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا بَلۡ اَحیآ ءٌ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ [۱] (اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق دیئے جاتے ہیں۔) بیت:

سطوتِ مرگ درجہان بہ تن است
مرگ را در جہانِ جان رہ نیست

ترجمہ: موت کا غلبہ دنیا میں جسم پر ہے، عالم روح میں اس کا گزر نہیں۔

وَ اِنّکُم خَلَقَکُم للا بد وانتم تنقلون من دار الی دار والقبر اما روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیر ان یعنی یقیناً تمھیں ہمیشہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور (موت کے بعد) تم ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلے جاتے ہو، اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ بیت:

اندراں بقعہ ز اہلِ نفس
مرگ میردگر نہ میرد کس

ترجمہ: اس مکان میں اہل ہستی رہیں گے۔ وہاں موت فنا ہو جائے گی دوسرا کوئی فنا نہ ہوگا۔

انّ للہ عباد ا ابد انھم فی الدنیا و قلوبھم فی الاخرہ یعنی یقیناً اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جن کے جسم دنیا میں ہیں (لیکن ان کے) دل آخرت میں ہیں۔ ایک بزرگ صحابی فرماتے ہیں کہ محتاجی اور دولت مندی دو سواریاں ہیں، مجھے ان میں سے کسی ایک پر سوار ہونے میں کوئی خوف نہیں ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر [۲] نے فرمایا، میں نے اصطبل کی میخ زمین میں گاڑی ہے دل میں نہیں گاڑی۔ بیت:

۱۔ پارہ ۴، آل عمران ۱۶۹

۲۔ ابوسعید ابوالخیر۔ پورا نام ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر مہنوی تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے عظیم بزرگ اور ان اولین فارسی شعرا میں تھے جنھوں نے فارسی شاعری کو تصوف کی تعلیمات کے لیے اختیار کیا۔ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہ (م ۷۲۵ھ) کے ملفوظات ''فوائد الفواد'' کی متعدد مجلسوں میں آپ کی کرامات اور بزرگی کا ذکر آیا ہے۔ وفات شبِ جمعہ ۴/شعبان ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں ''سرچشمہ تصوف در ایران''، مصنفہ سعید نفیسی، تہران ۱۳۴۳ ش ص ص ۵۳ اور ۲۰۳۔

در دل بجز از یکے نشاید کہ بود
در خانہ اگر باشد شاید

ترجمہ: دل میں سوائے ایک ہستی کے کسی کو نہ ہونا چاہیئے اگر مکان میں ہزار افراد رہتے ہوں تو رہتے رہیں۔

یَا تِی المَوْتَ یَوْمَ القِیٰمَۃ عَلیٰ صُوْرَ ۃ کَبش اَملح فَذَ بح بَینَ الجَنَّۃ وَالنَارّ یعنی قیامت کے روز موت دو رنگ کے بکرے کی صورت میں آئے گی پس جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دی جائے گی۔

اس مسئلے کی فہم اور مثالوں کے بارے میں بھی فرمایا:

مقدماتِ عقلی، **مماّ اصلحت علیھا النظار و ذو یھا فی کتبھم** یعنی کسی مسئلے سے متعلق اہل مناظرہ اور فن کے جاننے والوں نے اپنی کتابوں میں جو اصطلاحات وضع کی ہیں ان سے مسئلے کی تفہیم ممکن نہیں ہے۔

وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبوَابِھَا[۱] (اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ) عالم ملکوت کی مشرق سے صبح یقین کا پیدا ہونا، ایمان اور پرہیزگاری پر منحصر ہے، **وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ القُری اٰمَنُواْ وَاتَّقَوْ الَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ**[۲] (اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے)۔

(حقیقت کے مشاہدے کے لیے) ایسے صاحبِ ہمت شخص کی ضرورت ہے جو (انسانی) طبیعت کی تاریکی کے پردوں سے رہا ہو چکا ہو، اور عرصہ دراز تک آفتابِ ازل کی شعاعوں کے انعکاس سے مطابقت پیدا کر چکا ہو تا کہ وہ انسانی روحوں کی بقا کے متعلق شک مٹانے والے یقین اور تاریکی دور کرنے والے کشف کا ادراک کر سکے کیونکہ مخلوق (بہر صورت) بشریت کے شکنجے میں (کسی ہوئی) وہم و خیال کے پردوں میں گرفتار ہے، نہ داخل و خارج موجود نہ قریب و دور موجود (اس لیے) حقیقت کی فہم سے قاصر ہے۔ روح کی حقیقت کا انکشاف نوعِ عقل سے بالاتر نوع کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

اس کو (سالک کو) آفرینش کی ہر پیدائش میں اور مظہری عالموں کے ہر عالم میں ان کی پیدائش سے مطابقت پیدا کرنی چاہیئے۔ مثال کے طور پر پانی اپنی فطرت کے اعتبار سے بے ظرف ہے، ازل (زمانے کی ابتدا پر) اس کی نظر نہیں پڑتی کیونکہ اس کی فطرت ایسی ہی ہے۔ روح کو بھی مظہر سے گریز کرنا ناممکن ہے اور چونکہ مثال و مثلیت سے مشروط ہے باہمہ وجوہ گریز ممکن نہیں ہے۔ شعر:

الروح واحدۃ والبشر مختلف
فی صورۃ للجسم ھذا الامر فاعتبروا

ترجمہ: روح ایک ہے اور آدمی صورتِ جسم میں جدا جدا ہیں اور اس امر کا اعتبار کرو۔

---

[۱] پارہ ۲، سورہ البقرہ آیت ۱۸۹ [۲] پارہ ۹، سورۂ اعراف، آیت ۹۶

فی الجسم کان اختلاف النشور فاعتبروا
علی الذّی قلته فی ذالک و اذکروا

ترجمہ: جسم میں بالیدگی کا اختلاف ہے پس اعتبار کرو جو بات ہم نے کہی ہے قبول کرو۔

هذا هو العلم لا ریب تداخله
والشمس ما قلنا و القمروا

ترجمہ: یہ وہ علم ہے جس میں شک کا دخل نہیں ہے اس سے آفتاب واقف ہے اور چاند بھی۔

هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ [1] (وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور تازہ کرے) ظاہر ہے کہ وہ شخص جو دو تین سال صرف خیال کی حد تک متحیّر رہا ہوا احوالِ آخرت کا کیا ادراک کرسکتا ہے۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ [2] (وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں) رباعی:

مرداں مےِ معرفت بہ اقبال کشند [3]
نہ ہمچو زناں دردیِ اشکال کشند
ہر چہ بہ دلیل روشنت خواہد شد
آبیست کہ از چاہ بہ غربال کشند

ترجمہ: (اہل ہمت) مردمعرفت کی شراب سامنے ہوکر پیتے ہیں عورتوں کی مانند مشتبہ تلچھٹ نہیں پیتے۔ تجھے دلیل سے یہی کچھ ظاہر ہوگا۔ (کہ شک وشبہے میں مبتلا لوگ) کنویں سے پانی چھلنی سے کھینچتے ہیں۔

کوکب دوم: برزخ، حشر، قیامت اور آخرت کے عمومی احوال پر ایمان لانے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ تمھاری چشم بصیرت سے بشریت کا پردہ اٹھائے (جان لیں کہ) جب آدمی طبیعی موت کے باعث اس محسوس دنیا سے قطع تعلق کرتا ہے تو پہلی منزل جو اس کے راستے میں آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی اجنبی دنیاؤں میں سے ایک دنیا ہے جسے ''برزخ'' کہتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ [4] (ان

---

[1] پارہ ۲۶، فتح ۴ [2] پارہ ۸، انعام ۱۱۶

[3] مطبوعہ نسخے میں یہ رباعی اس طرح نقل کی گئی ہے۔ رباعی:

مرداں مےِ معرفت با قبال کشند — نہ ہمچو ز ناں دروی اشکال کشند
ہر چہ آں بدلیل روشنت خواہد شد — کہ از چاہ بغربال کشند آبیست

احقر مترجم نے قیاسی تصحیح کرکے ترجمہ کیا ہے۔

[4] پارہ ۱۸۔ سورۃ المومنون، آیت ۱۰۔

لوگوں کے آگے آڑ ہے قیامت کے دن تک) اور منکر نکیر کے سوال میں جس کے بارے میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے ۔ اس عالم میں بصیرت جسمانی جو اس مذکورہ عالم کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے یہ ہے کہ آدمی نے اس دنیا میں جو نیک یا بدعمل کیا ہوگا وہاں اسی صورت میں دیکھے گا ۔

یوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نفسٍ مَّاعَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا وَّمَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡءٍ تَوَدُّ لَوۡاَنَّ بَیۡنَھَا وَبَیۡنَہٗ اَمَدًا ۢبَعِیۡدًا وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ [1] (جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کیے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کیے ہوئے کاموں کو بھی اور اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں) ۔ نظم :

باش تابند زوئے بکشایند
باش تا با تو درحدیث آیند

ترجمہ : جب تک اس کی زنجیر کھولیں انتظار کر ۔ جب تک تجھ سے بات کریں انتظار کر ۔

تا کیانرا گر فتۂ در بر
تا کیانرا نشاندۂ بر در

ترجمہ : کب تک اس کو بغل میں دبائے رکھتا ہے ۔ کب تک اس کو دروازے پر بٹھائے رکھتا ہے ۔

آنچہ امروز روئے پوش نمود
آں ز بر بوش حشر خواہد بود

ترجمہ : جو کچھ آج چھپایا ہوا ہے حشر میں ظاہر ہو جائے گا ۔

یحشر الناس علی نیّاتھم یعنی لوگوں کے حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہوں گے ۔ اس (دوبارہ) پیدائش سے متعلق امور کی تفصیل بہت طویل ہے ۔ خواب اور ان کی تعبیر آخرت کے احوال کی مثل ہیں جیسے آئینہ رازِ فنا وتوحید ہے ۔ **النوم اخ الموت** نیند موت کا بھائی ہے ۔ **اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِھَا وَالَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِھَا** [2] (اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے (ان) جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کو موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت) جس طرح سوتے ہیں مر جائیں گے اور جس طرح زندہ دکھائی دیتے ہیں ۔ اٹھ کھڑے ہوں گے ۔ (ان حقائق کو) اپنی ذات پر منطبق کر کے غور کرنا چاہیئے کہ پیٹ کا بچہ کس طرح مذکورہ حقائق کا مشاہدہ کر سکتا ہے ۔ البتہ اگر تمام

---

[1] پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۰ ۔ مطبوعہ نسخے میں سہو کتابت کے باعث یوم تجد کل نفس کے بجائے یومہ کل کنفس نقل کیا گیا ہے ۔ ترجمے کے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے ۔

[2] پارہ ۲۴ ۔ سورۂ زمر ، آیت ۴۲

(مادّی) علائق منقطع ہو جائیں تو جملہ احوال، افعال، عقائد اور اخلاق کا علم ممکن ہے۔ **والذی نفس محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) **بیدہ انّ الجنتہ و النار اقرب الیکم من شراک نعلہ** یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بے شک جنت اور دوزخ تم سے تمھارے جوتے کے تسمے سے بھی نزدیک تر ہیں۔ بیت:

بہشت و دوزخت نقد است در باطن نگر تا تو
سقر ہا در جگر یابی جنا نہادر جناں بینی

ترجمہ: جنت اور دوزخ تیرے پاس ہیں، اپنے باطن میں نگاہ کرتو، تو دوزخ کو اپنے جگر میں پائے گا اور جنتوں کو اپنی روح میں دیکھے گا۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیھِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لاَ یُبْصِرُوْنَ [1]

اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔

اس عالم (برزخ کے عالم) کی عجیب وغریب باتیں حدِ بیان سے باہر ہیں۔ اس عالم کا وجود جسموں کے حشر تک باقی رہے گا، **وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الاَجْدَاثِ اِلیٰ رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ** [2] (اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جاوے گا، سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل نکل) کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی پہنچیں گے) وہ قیامت کبریٰ کا دن ہے **قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ** [3] (آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کیے جاویں گے ایک معین تاریخ کے وقت پر)۔ (حق تعالیٰ اس دن) انسانی روحوں کو جسم عطا کریں گے۔ آسمانوں کو لپیٹ دیں گے اور اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیں گے۔ **یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ** [4] (جس روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے) ستاروں کو نیچے گرا دیں گے اور سورج اور چاند کو تاریک کر دیں گے۔ **اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ یکوران فِی النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ** یعنی بے شک قیامت کے روز چاند اور سورج آگ میں لپیٹ دیے جائیں گے۔ بیت:

در قیامت شمس زاں گردد سیاہ
تا شود معلوم کو ہندوئے تست

ترجمہ: قیامت میں آفتاب اس وجہ سے سیاہ ہو جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ تیرا اتل ہے۔

---

[1] پارہ ۲۲، یٰسین ۹
[2] پارہ ۲۲، یٰسین ۵۱
[3] پارہ ۲۷، واقعہ ۴۹-۵۰
[4] پارہ ۱۳، ابراہیم ۴۸

عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، وَالْمَلَکُ عَلٰی اَرْجَآ ئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةُ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ [1] (اور فرشتے (جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں) اس کے کنارے پر آ جائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے جس روز (خدا کے روبرو) حساب کے واسطے پیش کیے جاؤ گے) اس روز اللہ تعالیٰ عظیم شان سے جلوہ فگن ہوگا۔ اہل بہشت اس کا دیدار کریں گے۔ (اس موضوع پر) ہر (صاحب علم) نے اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق گفتگو کی ہے۔ رباعی:[2]

نظّارہ کنانِ روئے خوبت
چوں در نگرند از کرانہا
در روئے تو روئے خویش بینند
زیں جاست تفاوت نشانہا

ترجمہ: تیرے روئے زیبا کا دیدار کرنے والے جب کناروں سے نظارہ کرتے ہیں تو تیرے چہرے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اس مقام پر ہر ایک کے عرفان میں فرق ہے۔

اس روز اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا فیصلہ کرے گا وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَابِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ [3] (اور قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں) اس کام کے لیے جو ترازو ہوگی وہ اس عالم کے مطابق نہ ہوگی بلکہ مخلوق کے ادراک کے مطابق پیدا کی جائے گی اور دوزخ پر ایک پل بنایا جائے گا جسے ''صراط'' کہتے ہیں۔ یہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز دھار ہوگا۔ اس پل سے گزرنے والے لوگوں کے درجات میں بڑا فرق ہوگا، فَمَنْ طَائِرِ يطِيرَ وَ مِنْ مَا ءٍ يَّسِيرَ وَ مَنْ خَا ب يُخِبُّوا وَ مَنْ سَاقِطَ يَسقِطَ اِلیٰ ظُلمَا ت اَسفل الجَحِيم یعنی پس کوئی پرندہ ہے جو پرواز کرتا ہے، کوئی پانی ہے جو بہتا ہے، کوئی نامراد و ناکام رہتا ہے کوئی گرنے والا ہے جو دوزخ کے غار کی تاریکیوں میں گر جاتا ہے۔ جو شخص اس دنیا میں شریعت کی سیدھی راہ پر قائم رہا ہے وہاں اس کی اڑان اور بہاؤ کامل تر ہو

---

[1] پارہ ۲۹۔ سورۃ الحاقہ، آیات ۱۷۔۱۸

[2] مطبوعہ نسخے میں یہ اشعار سہو کتابت کے سبب اس طرح نقل ہوئے ہیں۔

نظّارہ کنان روے خوبت چوں نگریز از کرانہا
در روے تو روئے تو خویش بینند زینجا ست تفاوت نشانہا

احقر مترجم نے دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[3] پارہ ۱۷، سورہ الانبیاء آیت ۴۷

گی۔ (ایسے لوگ) اس حوض پر پہنچیں گے جسے ''کوثر'' کہتے ہیں۔ وہ کوثر سے سیراب ہوں گے۔ پھر اولین و آخرین کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''مقام محمود'' پر متمکن ہوں گے۔ یہ مقام شفاعت کے دروازے کے کھلنے کی جگہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ''لوائے حمد'' ہوگا اور اولادِ آدم کی تمام بزرگ ہستیاں جن میں انبیا، اولیاء اور علماء شامل ہوں گے لوائے حمد کے نیچے آئیں گے۔ آپ ﷺ پہلے ان کی شفاعت فرمائیں گے اس کے بعد ہر صاحبِ ایمان کی اس کے رتبے کے مطابق شفاعت ہوگی۔ نیکوں کو نعیمِ ابدی میں بھیجا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اہلِ جنت، بہشت میں داخل ہوں گے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا، تم کو ہمیشہ کی زندگی ہے کبھی موت نہ آئے گی۔ تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے، تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ تمھیں ہمیشہ کی آسائش ہوگی کبھی تکلیف نہ ہوگی۔

نافرمانوں کو ہمیشہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ امت کے گناہ گاروں کو مدت تک نہ ختم ہونے والا عذاب ہوگا۔ کفار و مشرکین کو ابدی بدبختی اور سخت عذاب ملے گا اور انھیں دوزخ کے طبقات میں طرح طرح کی جسمانی اور روحانی تکالیف ہوں گی۔ ان تکالیف میں سب سے زیادہ سخت اور بڑی تکلیف یہ ہوگی کہ وہ ربوبیت کے مشاہدۂ جمال سے محروم رہیں گے۔ بیت:

ز دوزخ ترس و بیمے نیست مارا
بلائے جانِ ما اندر حجاب ست

ترجمہ: ہمیں دوزخ سے ڈر اور خوف نہیں ہے۔ ہماری جان کے لیے یہ مصیبت ہے کہ پردہ حائل ہوگیا ہے۔

اللہ تعالی اس سے پناہ میں رکھے۔ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ [1] (ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب کا دیدار دیکھنے سے روک دیے جائیں گے) اور بہشت کے عزت والے درجوں میں روحانی اور جسمانی لذتوں کی (مختلف) طرزیں اور چیزیں ہوں گی لیکن ان میں سب سے زیادہ اشرف اور عظیم لذت پروردگار یگانہ و حیّ ودود اور رب العالمین کی دید ہوگی۔ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ [2] (ایک عمدہ مکان میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا [3] (سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) رباعی:

اے طالبِ دنیا تو یکے مزدوری وے عاشقِ خلد ازیں حقیقت دوری
وے شاد بہ ہر دو عالم از بے خبری شادی و غمش ندیدہ معذوری

---

[1] پارہ ۳۰۔ سورہ المطففین، آیت ۱۵ [2] پارہ ۲۷، قمر ۵۵ [3] پارہ ۱۶، الکھف ۱۱۰

ترجمہ: اے دنیا کے طالب تو ایک مزدور ہے اور اے جنت کے عاشق تو اس حقیقت سے دور ہے۔ وہ (عاشق الٰہی) بے خبری میں دونوں عالم سے خوش ہے۔ اس کی خوشی اور ناخوشی نے معذوری کو دیکھا تک نہیں۔

اس لطیفے میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس باعث کہ اہل کشف اولیا اور کامل علما صاحبِ ذوق اور ملکِ قدس کے مسافر ہوتے ہیں (ان کی تحقیقات کو) ان اوراق میں بطور اجمال بیان کیا گیا ہے۔ ان حقائق کو تفصیل کے ساتھ صرف مکتبہ بسط [1] میں سیکھا جا سکتا ہے، وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا [2] (اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا) اس مکتب میں داخلے کا تنہا راستہ دونوں عالم کے نقوش جو لوحِ دل پر ہیں ان کو ایمان وتقویٰ کے صیقل سے جلا دینا ہے۔ وَاذْ کُرِاسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًاؕ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ [3] (اور اپنے رب کا نام یا دکرتے رہو، اور سب سے قطع کر کے اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق ومغرب کا مالک ہے) اور تو اس راز کو اِ ذَا اَرَا دَ اللّٰہُ اَن' یَّجعَلَ فِی الاَرْضِ خَلِیفَه مسح نَا صِیَه بِیَمِینِه (جب اللہ چاہتا ہے کہ زمین میں خلیفہ پیدا کرے تو اس کی پیشانی پر داہنا ہاتھ پھیرتا ہے) اپنے دل کی آنکھ سے دیکھے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تو تقویٰ کی قینچی سے بشری زندگی کے تعلقات کے تاریک پردوں کو ایک ایک کر کے قطع کر دے، اور لطیفۂ ربّانی کے شہباز کو یقینی علم کے بازو سے اڑائے تا کہ ازل وابد کی سند جو ربّانی کامرانی ہے نزول کرے۔ لاَ یَسعٰی الاَ رضِ وَلاَ السَّمَاءُ اِنَّ للّٰه تعَالیٰ جَنَّةٌ لَیسَ فِیهَا حُورٌ وَ قُصُورٌ یَتَجَلّٰی رَبّنَا ضَاحِکًا یعنی زمین آسمان گنجائش نہیں رکھتے بے شک اللہ تعالیٰ کی جنت ہے جس میں حور وقصور نہیں ہیں (وہاں) ہمارا رب خوشی کے ساتھ تجلّی کرتا ہے۔

خاتمہ:۔ علمائے دین کے گروہوں میں ہر گروہ کی اپنے فن میں اصطلاحات قاعدے اور معیار ہیں جو چار اصناف میں منقسم ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، امت کا اجماع اور دل (یہاں) دل سے مراد ایسا دل ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (حدیث قدسی) میری زمین اور میرے آسمان مجھ کو نہیں سما سکتے۔ لیکن میرے متقی بندے کا قلب مجھے سما لیتا ہے [4] ہر عارف وسالک پر لازم ہے کہ جو کچھ اس کے لوحِ دل پر عالمِ ملکوت سے منعکس ہو اس کو اللہ کی کتاب سے ملائے اگر دونوں میں موافقت ہو تو قبول کرے ورنہ رد کر دے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مقابلہ کرے اگر سنت کے مطابق ہو تو بہتر ہے ورنہ توقف کرے

---

[1] بسط۔ واردات قلبی کے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔ اس کے برعکس بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں۔ قبض وبسط کا تعلق امور حاضرہ سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ''سرّ دلبراں'' مصنفہ حضرت شاہ محمد ذوقیؒ۔ کراچی طبع ثانی ۱۳۸۸ھ ص ۲۷۸۔۲۷۹۔

[2] پارہ ۱۶، سورۃ الکھف، آیت ۶۵ [3] پارہ ۲۹، مزمّل ۹

[4] مطبوعہ نسخے میں صرف ''لا یسعی الیٰ آخر'' تحریر ہوا ہے۔ احقر مترجم نے ترجمے کے متن کو مفید مطلب بنانے کے خیال سے اس حدیث قدسی کا پورا ترجمہ سرّ دلبراں سے نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۱۸۳۔

اسی طرح علماء اور مشائخ کے اجماع سے استفادہ کرے۔

حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ [۱] سے منقول ہے، بعض اوقات مجھے چالیس روز میں حقیقت معلوم ہوئی لیکن میں نے دو گواہوں کے بغیر اسے تسلیم نہ کیا، وہ دو گواہ کتاب وسنت ہیں۔ اس راہ اور متشابہ آیات میں وہم وخیال کی غلطیاں اور گمراہیاں حدِ شمار سے باہر ہیں۔ ظاہری اور باطنی کشفیات کے دریاؤں کی موجوں کے تلاطم سے نجات حاصل نہیں ہوتی ہے۔ سوائے اس شخص کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا جو بہت کم ہیں۔ ناچار ایک شیخ اور سالک محقق کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت سلطان العارفین [۲] سے روایت کرتے ہیں۔ بیت:

آں را کہ رہ رفتن وے تامہ نیست
او پر خطر و خلق از و آگہ نیست

ترجمہ: وہ شخص جس نے راہِ سلوک پورے طور پر طے نہیں کی وہ خطرات سے بھرا ہے لیکن خلقت اس کے پر خطر ہونے سے واقف نہیں ہے۔

یقین کرو کہ سلوک کا راستہ سوائے عنایتِ الٰہی کے طے نہیں ہوسکتا۔ جس نے یہ گمان کرلیا کہ وہ خدا تک پہنچ گیا ہے اس نے یقیناً کفر کیا۔ بیت:

عمریست کہ گشتہ است بر بندہ عیاں
کالبتہ بتوبے تو رسیدن نتواں

ترجمہ: مدت ہوئی کہ بندے پر (یہ راز) ظاہر ہو چکا ہے کہ تجھ تک بغیر تیرے پہنچنا ناممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ حدیث قدسی ہے: میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔

''مطلع الایمان'' میں یہی ہے۔

---

[۱] پورا نام ابوسلیمان عبدالرحمٰن دارانی تھا۔ ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں رسالہ قشیریہ اردو ترجمہ از پیر محمد حسن اسلام آباد، اشاعت اول ۱۹۷۰ء ص ۴۶۔

[۲] مطبوعہ نسخے میں، سلطان العارفین کے بارے میں صراحت نہیں ہے کہ کون بزرگ تھے۔ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے۔ ''اسم گرامی طیفور (ابن عیسیٰ بن آدم ابن شروسان) کنیت ابو یزید اور لقب سلطان العارفین ہے...... ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو بعمر تہتر سال، بسطام میں وفات پائی''۔ ملاحظہ فرمائیں ''حضرت مجدد الف ثانی'' کراچی ۱۹۷۲ء صص ۹۹۔۱۰۰۔ مطبوعہ نسخے میں غالباً سلطان العارفین سے حضرت بایزید بسطامیؒ ہی مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔